ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ | بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم | سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

BADR QADIAN

بدر

قادیان - ضلع گورداسپور

Reg. No. L. CCLXXVIII

الیس اللہ بکاف عبدہ ۔ مرزا غلام احمد | Reg. No. L. CCLXXVIII | مسیح وقت مہدی ہم مجدد بر این صد

قیمت پیشگی ... معہ درس قرآن شریف

جلد ۱۱ | ۲۶- جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۱۳- جون سنہ ۱۹۱۲ء مطابق ۳۲ جیٹھ | نمبر ۳۵

چار روپے پیشگی

بھائیو اگر قادیان آؤ گے تم | ایڈیٹر محمد صادق عفی اللہ عنہ | نور دین مصطفےٰ پاؤ گے تم

Digitized by Khilafat Library

اخبار قادیان

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالے بفضلہ بخیریت ہیں۔ رات دن قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے اور درس تدریس وعظ نصیحت میں آپ کا گذر تا ہے۔ جماعت بٹالہ کی درخواست حضرت کی خدمت میں پیش ہوئی کہ حضور لاہور جاتے ہوئے ایک دن بٹالہ قیام کریں۔ فرمایا مجھے سفر میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور میرا جانا اپنی خوشی سے نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب کا ایک وعدہ پورا کرنے کے واسطے ہے اور ابھی میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا کہ جاؤنگا یا میاں صاحب کو ہی بھیجدوں گا + اہل بیت حضرت خلیفۃ المسیح میں خیریت ہے۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین کی طبیعت بہ سبب بخار ایک روز علیل رہی ب آرام ہے لنگر خانہ کا انتظام بھی اب صاحبزادہ صاحب محمود احمد صاحب کے سپرد ہے۔ حضرت نواب محمد علی خانصاحب مالیر کوٹلہ تشریف لیجاتے ہیں۔ تین ماہ کے قریب وہاں قیام رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب چندہ کے واسطے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ پہلے ضلع گورداسپور میں پھرینگے۔ شیخ غلام احمد صاحب کے وعظوں کی تاثیر کی تعریف جناب جج صاحب شیخ محمد حسین میرٹھ سے کرتے ہیں۔ شیخ غلام احمد صاحب ۲۲- جون کو قادیان پہنچنے کی خبر دیتے ہیں +

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی حالات ہم نے دوسرے صفحہ پر درج کئے ہیں۔ ان کے پڑھنے کے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ حالات ایک غیر شخص کے لکھے ہوئے ہیں جس نے غالباً نیم سرکاری طور پر ایک کتاب تالیف کی ہے اور ایسے شخص سے ہم اس سے بہتر الفاظ کی امید نہیں کر سکتے۔ اس کتاب میں حضرت کی خدمات متعلق ممانعت جہاد کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس طرح یہ خاندان ہر رنگ میں گورنمنٹ کا وفادار اور معاون و مددگار ثابت ہوا ہے۔ چھاپہ خانہ یہاں ایک نہیں بلکہ کئی ہیں اور حضرت صاحب کے بعض رشتہ دار بھی آپ کے مریدیں میں شامل ہیں۔ اس طرح کی اور بھی ایک دو غلطیاں اس مضمون میں نکالی جاسکتی ہیں۔ مگر کچھ وہ دیر کا لکھا ہوا ہے اور کچھ ایک بالکل اجنبی کے واسطے ہر امر میں پوری صحت کی امید بھی نہیں ہو سکتی۔ بہر حال بحیثیت مجموعی اس مضمون سے کئی ایک فوائد حاصل ہو سکتے ہیں +

اصلاح بدر کے واسطے تجاویز

افسوس ہے کہ بسبب مشکلات فنڈ گزشتہ دو ماہ کے بعض پرچے بدر بے قاعدہ شائع ہوتے رہے ہیں۔ بقائیوں کے سبب ایک بڑی رقم بعض خریداروں کیطرف رہگئی ہے۔ جس کے وصول ہونے کی بھی چنداں امید نہیں۔ اور روپے کے بغیر کام چلنا بھی مشکل۔ ایسے وقت میں ناظرین کا فرض ہے کہ وہ اخبار کی مدد کریں۔ کوئی بڑی امداد نہیں۔ بلکہ ایک آسان راہ پیش کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ سال کے آخر میں عموماً دوستوں کو بسبب جلسہ وغیرہ بہت سے اخراجات کا برداشت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسواسطے اگر بدر کا سال بجائے یکم نومبر کے یکم جولائی سے شروع ہوا کرے تو غالباً یہ زیادہ موزون ہوگا۔ اور اس سال ایسا کریں۔ جو خریدار تین ماہ کا چندہ جولائی۔ اگست۔ ستمبر چودہ پیسے بھیج چکے ہیں۔ اپنے پیارے بدر کو بطور ڈونیشن کے دیا جا چکا سمجھیں۔ اور یکم جولائی سنہ ۱۲ء سے نیا سال شروع ہو امید ہے کہ ناظرین اس تجویز کی پسندیدگی سے مطلع فرماویں گے اس طرح انشاء اللہ اخبار موجودہ مشکلات سے نکل کر باقاعدہ ہو جائے گا۔ میں اس کے متعلق کوئی لمبی عبارت نہیں لکھتا۔ والسلام +

معذرت مولوی مرزا اکبر الدین احمد۔ احمدی صاحب شاکی ہیں کہ بدر ۱۲ جون اور اس سے پہلے بدر میں انکے

(بدر پریس قادیان میں میاں معراج الدین عمر پروپرائٹر و پبلشر و پرنٹر کے حکم سے چھپکر شائع ہوا)

تذکرہ خاندان حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود

علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُصنفہ جناب گرفن صاحب کرنل میسی صاحب مؤلفہ کریک صاحب بہادر و مترجمہ سید نوازش علی صاحب ہم ناظرین کی واقفیت اور دلچسپی کے واسطے درج اخبار کرتے ہیں۔

شہنشاہ بابر کی عہد حکومت کے آخری سال یعنے سنہ ۱۵۳۰ء میں ایک مغل مسمّی ہادی بیگ باشندہ سمرقند اپنے وطن کو چھوڑ کر پنجاب میں آیا اور ضلع گورداسپور میں بود و باش اختیار کی۔ یہ کسی قدر پڑھا لکھا آدمی تھا اور قادیان کے گرد و نواح کے ۔۔ مواضعات کا قاضی یا مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ قادیان اس نے آباد کیا اور اس کا نام اسلام پور قاضی رکھا۔ جو بدلتے بدلتے قادیان ہو گیا[1]۔ کئی پشتوں تک یہ خاندان شاہی عہد حکومت میں معزز عہدوں پر ممتاز رہا اور محض سکھوں کے عروج کے زمانہ میں یہ افلاس کی حالت میں ہو گیا تھا گل محمد اور اس کا بیٹا عطاء محمد رام گڑھیہ اور کنہیا مسلوں سے جن کے قبضے میں قادیان کے گرد و نواح کا علاقہ تھا۔ ہمیشہ لڑتے رہے آخر کار اپنی تمام جاگیر کو کھو کر عطاء محمدؐ بیگووال میں سردار فتح سنگھ اہلووالیا کی پناہ میں چلا گیا اور ۱۲ سال تک امن و امان سے زندگی بسر کی۔ اس کی وفات پر رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی تمام جاگیر پر قابض ہو گیا تھا غلام مرتضےٰ کو واپس قادیان بلا لیا اور اس کی جدی جاگیر کا ایک بہت بڑا حصہ اسے واپس دیدیا۔ اس پر غلام مرتضےٰ اپنے

---

[1] پنجابی زبان میں ز سے ضاد بولتے ہیں۔ اکثر عربی زبان میں د سے بدل جاتا ہے چنانچہ گنبض۔ گنبد + اُستاد = اُستاض۔

بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہوا۔ اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔

نونہال سنگھ شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دورے میں غلام مرتضےٰ ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔ سنہ ۱۸۴۱ء میں ایک پیادہ فوج کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارے کے مفسدے میں اس نے کارہائے نمایاں کئے اور جب سنہ ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو یہ اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کیطرف سے لڑا۔ اس موقع پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے اچھی خدمات کیں۔ جب بھائی مہاراج سنگھ اپنی فوج لئے دیوان مولراج کی امداد کے لئے ملتان کی طرف جا رہا تھا تو غلام محی الدین اور دوسرے جاگیرداراں لنگر خاں۔ ساہی وال اور صاحب خاں ٹوانہ نے مسلمانوں کو بھڑکایا اور مصر صاحبدیال کی فوج کے ساتھ باغیوں سے مقابلہ کیا۔ اور ان کو شکست فاش دی۔ ان کو سوائے دریائے چناب کے کسی اور طرف بھاگنے کا راستہ نہ تھا جہاں چھ سو سے زیادہ آدمی ڈوب کر مر گئے۔

الحاق کے موقع پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہو گئی مگر ۔۔۔ روپے کی ایک پنشن غلام مرتضےٰ اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گرد و نواح کے مواضعات پر ان کے حقوق مالکانہ رہے۔ اس خاندان نے غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضےٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب بہادر کی فوج میں اسوقت تھا جبکہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ نیو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا جنرل نکلسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔

غلام مرتضےٰ جو ایک لائق حکیم تھا سنہ ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اُس کا بیٹا غلام قادر اس کا جانشین ہوا۔ غلام قادر حکام مقامی کی امداد کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس اُن افسران کے جن کا انتظامی اُمور سے تعلق تھا بہت سے سرٹیفکیٹ تھے یہ کچھ عرصے تک گورداسپور میں دفتر ضلع کا سپرنٹنڈنٹ رہا اس کا اکلوتا بیٹا کم سنی میں فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بھتیجے سلطان احمدؐ کو متبنےٰ کر لیا جو غلام قادر کی وفات یعنے سنہ ۱۸۸۳ء سے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ مرزا سلطان احمدؐ نے نائب تحصیلداری سے گورنمنٹ کی ملازمت شروع کی۔ اور اب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے یہ قادیان کا نمبردار بھی ہے مگر اس نمبرداری کا کام بجائے اس کے اس کا چچا زاد بھائی نظام الدین جو غلام محی الدین کا سب سے بڑا بیٹا ہے کرتا ہے۔ نظام الدین کا بھائی امام الدین جو سنہ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا دہلی کے محاصرے کے وقت ہاڈسن ہورس (رسالہ) میں رسالدار تھا۔ اس کا باپ غلام محی الدین تحصیلدار تھا۔

یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمدؐ جو غلام مرتضےٰ کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص سنہ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور اس کو تعلیم نہایت اچھی ملی۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں اس نے بموجب مذہب اسلام مہدی یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ چونکہ یہ ایک عالم اور منطقی تھا اس لئے دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور اب احمدیہ جماعت کی تعداد پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں تین لاکھ کے قریب بیان کیجاتی ہے۔ مرزا عربی فارسی اور اُردو کی بہت سی کتابوں کا مصنف تھا جن میں اس نے جہاد کے مسئلہ کی تردید کی اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ان کتابوں نے مسلمانوں پر اچھا اثر کیا ہے۔ مدت تک یہ بڑی مصیبت میں رہا کیونکہ مخالفین مذہب اس کے اکثر مباحثے اور مقدمے رہے لیکن اپنی وفات سے پہلے جو سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوئی اس نے ایک ایسا رتبہ حاصل کر لیا کہ وہ لوگ جو اس کے خیالات کے مخالف تھے اس کی عزت کرنے لگے اس فرقہ کا صدر مقام قادیان ہے جہاں انجمن احمدیہ نے ایک بڑا سکول کھولا ہے اور ایک چھاپہ خانہ بھی ہے جس کے ذریعے اس فرقہ کے متعلق خبروں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمدؐ کا خلیفہ ایک مشہور حکیم مولوی نورالدین جو چند سال مہاراجہ کشمیر کی ملازمت میں رہا ہے غلام احمدؐ کا اپنا رشتہ دار ایک بھی اس کا پیرو نہیں۔

اس خاندان کے سالم موضع قادیان پر جو ایک بڑا موضع ہے حقوق مالکانہ ہیں اور نیز تین ملحقہ

97

سفرِ آگرہ

تحریک ناظرین! گذشتہ پرچوں میں یہ خبر معلوم کر چکے ہیں کہ عاجز حسب الحکم حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ ربہ لیکچر دینے کے واسطے آگرہ گیا تھا۔ آگرہ میں ایک انجمن بنام ہدایت الاسلام ہے۔ جسکی درخواست پر مخدومی خواجہ صاحب نے حضرت کی خدمت میں تحریک کر کے اپنے لئے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ مولوی صدر الدین صاحب اور راقم کے واسطے یہ اجازت حاصل کی تھی۔ کہ ہم پانچوں آگرہ جا کر انجمن مذکور کے اجلاس سالانہ میں لیکچر دیویں۔ اس تحریک کا باعث زیادہ تر خواجہ صاحب کا وہ مقبول اور موثر لیکچر تھا۔ جو کہ انھوں نے سال گذشتہ انہی ایام میں آگرہ میں دیا تھا۔

افسوسناک خبر اس حکم کی تعمیل میں عاجز بہمراہی مولوی صدر الدین صاحب ۲۳۔ مئی سنہ ۱۲ء کو بعد دوپہر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ سے رخصت ہو کر یکے میں سوار ہو کر بٹالہ گئے اور وہاں سے مغرب کی گاڑی میں امرتسر پہونچ کر ڈاک گاڑی کا انتظار کرنے لگے جس میں ہر سہ صاحبان کے لاہور سے آنے کی اُمید تھی مگر ریل کے آنے پر یہ خبر پا کر بہت صدمہ ہوا کہ جناب خواجہ صاحب کی اہلیہ مکرمہ اسی شام کو فوت ہو گئی تھیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس واسطے خواجہ صاحب نہ آسکے لیکن اُنھوں نے اپنے دوستوں کو باصرار تمام اُسی وقت رخصت کیا۔ اور اپنے لیکچر کا مسودہ پیچھے ڈاک میں بھیجدیا تھا تاکہ انجمن آگرہ کے پروگرام میں فرق نہ آوے۔

خواجہ صاحب کا صبر اس جگہ اس امر کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کی اہلیہ مرحومہ ہمارے مکرم دوست خلیفہ رجب الدین صاحب احمدی کی لڑکی تہی اور سلسلہ عالیہ کی ایک مخلصہ خاتون تھی مرحومہ کے حالات کے متعلق میں جناب خواجہ صاحب موصوف کے اس خط کا اقتباس یہاں درج کر دیتا ہوں جو کہ انہوں نے میرے ماتم پرسی کے خط کے جواب میں مجھے آگرہ بھیجا تھا۔ اس خط سے یہ بھی ظاہر ہو گا کہ حضرت امام علیہ السلام کی صحبت کے اثر نے خواجہ صاحب کو دینی خدمات میں ایسا محو کر دیا ہے کہ کوئی مُصیبت اُن کے لئے مُصیبت نہیں رہی۔ اور یہ صرف لفاظی نہیں۔ بلکہ ان کی دل کی حالت اور ان کا طریق عمل اس موقعہ پر ان کے ایمان کو ثابت کر رہا تھا۔ دوسرے روتے تھے اور وہ انھیں صبر کی تلقین کرتے تھے اور مرحومہ کی وفات کے تھوڑے ہی وقت بعد اُنھوں نے ایک آریہ رسالہ کا جواب جو پہلے کچھ لکھ رہے تھے مکمّل کرنا شروع کیا تاکہ آگرہ میں سُنایا جا سکے۔ اور اپنے ان پیارے دوستوں کو جو کہ اُن کے ہمسائے اور سچے غمگسار ہیں۔ مرحومہ کی وفات کے ایک دو گھنٹہ بعد آگرہ بھیجدیا تاکہ دینی خدمات میں حرج نہ ہو۔ اور آگرہ سے واپس جا کر جس سکینت قلب میں میں نے اُن کو پایا ہے اُس کے لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ لیکچر آگرہ کی دینی خدمت کا جوش ان کے دل میں اتنا تھا کہ اگر خلقت کے موتھ کی باتوں کا ڈر اُنہیں نہ ہوتا۔ تو وہ مرحومہ کے جنازے کو دوسروں کے سُپرد کر کے ضرور آگرے پہنچ جاتے۔ اب میں ان کے خط کا اقتباس درج کرتا ہوں۔

خواجہ صاحب کا خط برادرم سلمہ! السلام علیکم۔ تعزیت نامہ ملا۔ مرحومہ کیلئے غم و فکر کرنا اُسی وقت تک جائز تھا۔ جب تک اس کے زندہ رکھنے کی انسانی تدابیر ہو سکتی تھیں۔ جب حکم ربّی وارد ہو گیا۔ تو پھر مؤمن وہی ہے۔ جو مرنے کے وقت ہی اس نتیجہ اور سکینت کو حاصل کرے۔ جو لوگوں نے ہفتہ عشرہ مہینہ۔ برس یا اس سے زیادہ مدت میں حاصل کرنی ہو۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اشاعت اسلام اور خدمت اسلام کی محبت کس طرح میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ میں خدا تعالےٰ کا خاص شکرگذار ہوں۔ اور خصوصاً اس رُوحانی تربیّت کا احسانمند ہوں جو میرے آقا مسیح موعود کے ہاتھ سے میری ہوئی کہ میں نے عین وقت انتقال مرحومہ کے بیس پچیس منٹ بعد اپنے آپ کو اس قابل پا لیا کہ میں سوامی درشنانند کے سوالات کا جواب لکھ کر آگرہ کے جلسہ میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہوں میں حیران تھا کہ بجائے اس کے کہ یہ واقعہ جو ایک دنیا دار کی نگاہ میں مختلف پہلوؤں سے تکلیف دہ ہے۔ مجھے آہ و بکا میں مصروف کراتا۔ خدا کے فضل نے جو مجھ سے پہلا کام کرایا وہ ایک دشمنِ اسلام کے جواب لکھنے کا تھا۔ میں نے جواب لکھے اور ریل پر بھیجے۔ لیکن ریل روانہ ہو گئی۔

مرحومہ کا شدید تعلّق جو سلسلہ احمدیّہ سے تھا۔ وہی اس بات کا بڑا بھاری سبب ہے کہ میں کُل ہندوستان میں بے فکری سے آئے دن پھرتا رہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کا اگر میں بقول بعض لاڈلا مُرید تھا۔ تو مرحومہ پر بھی ان کی خاص ہی نظرِ عنایت تھی۔ حتےٰ کہ حضرت کی زندگی میں مُضاحت کے ایام بیماری میں بسا اوقات ان کی دل بھلائی کے لئے حضرت صاحب مرحومہ کو ہی طلب کرتے تھے کیونکہ مرحومہ پر مائی صاحبہ کی ہمیشہ نظرِ محبت و عنایت رہی ہے۔

مرحومہ کے انتقال سے ایک رات پہلے میری مشکلات جو اس وفات کے بعد بظاہر مجھے نظر آتی ہیں میری آنکھوں کے سامنے پھرتی تھیں۔ لیکن مجھے بار بار یا ایّھا النّاس اعبدوا ربکم الّذی خلقکم یاد آتی۔ مکرّم آپ کو شاید علم نہ ہو۔ کہ میں اس مرحومہ کے طفیل کس قدر آزاد اور بے فکر تھا۔ مرحومہ کے ہاتھ میں کل گھر کا انتظام تھا۔ حتےٰ کہ بچّوں کی تعلیم کی غور و پرداخت بھی اسی کے ہاتھ میں تہی۔ میں تو صرف عدالت میں جاتا یا قادیان آتا۔ یا سٹیج پر کھڑے ہو کر تقریر کرنا جانتا تھا۔ اور باقی تمام اُمور خانہ داری سے مجھے فارغ البالی تھی۔ اور یہی بڑا سر تھا کہ میں آج کلکتہ تو کل شاید آج کوئٹہ اور کل بنارس تھا۔ مرحومہ میری نگاہ میں اگر قابلِ عزّت ہے تو اس لئے کہ اس نے مجھے دینی کاموں میں کبھی نہیں روکا۔ یہ کون نہیں جانتا کہ میرے اس طرح اکثر دینی مشاغل میں رہنے سے میرے کاروبار وکالت پر اثر ہوتا ہے۔ میری غیر حاضری میں اہل مقدمات آتے ہیں۔ اور مجھے نہ پا کر مقدمات دوسرے وکلاء کو دے جاتے ہیں۔ اکثر مواقعہ پر مرحومہ نے مقدمات کی فیس منشی کی معرفت میری غیر حاضری کے باعث واپس کرائیں اور یہ غیر حاضریاں عموماً دینی مشاغل کی تھیں۔ لیکن اُس نے مجھے نہیں روکا اور یہی کہا کہ جب آپ اسے دینی کام سمجھتے ہیں۔ تو یہ مقدم ہے۔ مجھے ایک واقعہ مرحومہ کی اس ایثار کا نہیں بھول سکتا۔

سنہ ۱۹۰۳ء میں ایک دفعہ مجھے گورداسپور میں کسی پیشی پر حاضر ہونا تھا۔ حضرت مرحوم مغفور کا خط آچکا تھا۔ کہ تم ضرور پہونچنا۔ پیشی کا دن پیر تھا۔ ہفتہ کو خط آیا۔ نذیر احمد جو میرا بچہ ہے۔ وہ شاید اس وقت پانچ سال کا تھا اُسے اسی دن نمونیا ہو گیا اور بڑے زور کا ہو گیا۔ میں نے مرحومہ کو حضرت کا حکم دکھلایا اُس نے یہی جواب دیا کہ بچہ تو خدا کا مال ہے لیکن حضرت کا حکم افضل ہے۔ تم جاؤ۔ میں بچہ کو سخت

حالت خطرہ میں چھوڑ گیا۔ لیکن مرحومہ نے نہایت صبر و استقلال سے مجھے رخصت کیا میرے گورداسپور کے قیام میں میرا ایک اور بچہ بیمار ہو کر میری غیر حاضری میں ہی فوت ہو گیا۔ لیکن مرحومہ نے صرف اس قدر چاہا کہ کسی کو پشاور میں بھیجدیا جاوے۔ بہرحال مجھے اگر کوئی تکلیف اس کے نہ ہونے سے محسوس ہو رہی ہے تو صرف یہ کہ در گلویم سنّت پیمبر است کا مفہوم میں نے اس کی زندگی میں مطلق مطلق نہیں سمجھا لیکن اگر اس مفہوم پر میں کبھی آیا ہوں تو آج اس کی موت پر۔

آپ دُعائے مغفرت کریں۔ میں خدا کو منظور ہوا۔ تو مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ کے فکر میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سفر میں کامیاب کرے۔ اہل جلسہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر دیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ میرا دل اس وقت آپ کے ساتھ آگرہ میں ہے۔

کمال الدین - لاہور

درخواست جنازہ میں نے تو ریل میں مرحومہ کے واسطے نماز پڑھ کر دُعائے مغفرۃ کی تھی اور احباب سے اب درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وہ مرحومہ کے واسطے نماز جنازہ غائب ادا کر کے اس کے لئے دُعائے مغفرت کریں ۔ اللّٰھُمّ اغفرھا وارحمھا۔ آمین۔

دہلی چونکہ ہمارے اس سفر کے ٹھیک وقت کی احباب کو اطلاع نہ تھی۔ اِس واسطے راستہ میں کسی بھائی سے ملاقات نہ ہوئی۔ لیکن جب نماز فجر کے بعد ہماری گاڑی دہلی پہونچی۔ تو ہمارے مکرم دوست بابو محمد شفیع صاحب۔ افسر محکمہ ڈاکخانجات اور ان کے ساتھ میر قاسم علی صاحب اڈیٹر اخبار الحق جن کو حُسنِ اتفاق سے یہ معلوم تھا کہ ہم اس دن دہلی سے گذریں گے۔ ہماری خاطر صبح کی ہوا کھاتے ہوئے ہمارے پاس پہونچے۔ اور اپنی ملاقات سے خوش وقت کیا۔ میر صاحب موصوف جس شوق محبت اور اخلاص و جوش کے ساتھ دینی خدمات میں رات دن مصروف رہتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ قوم انکی قدر کرے اور ان کے معاملات میں ان کی امداد اور ان کے ساتھ ہمدردی ہم پر واجب ہے۔ میں پہلے بھی کسی پرچہ میں لکھ چکا ہوں اور پھر بھی یہ ظاہر کرتا ہوں کہ ان کا اخبار ایک خالص احمدی پرچہ بن گیا ہے اور احمدی احباب کا اس کیطرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ کم از کم اس وقت تک کے پشاوری

تحریک کو عملی جامہ پہنا نصیب ہو ۔

آگرہ پہنچے جمعہ کے دن گیارہ بجے کے قریب ہماری گاڑی آگرہ اسٹیشن پر پہونچی پلیٹ فارم پر ایک جماعت اراکین انجمن و معززین آگرہ کی موجود تھی۔ جن کے ساتھ ہم اسلامی بے تکلفی سے خود ہی انٹروڈیوس ہوئے اور اب میں سے بعض کو ناظرین اخبار سے انٹروڈیوس کراتا ہوں۔ خانصاحب علی احمد خاں۔ وکیل سکرٹری انجمن مذکور۔ خانصاحب واحدیار خاں۔ اسسٹنٹ انجینئر۔ جن کے مکان پر ہمارے قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ خانصاحب غلام صفدر خاں مختار بابو محمد نبی داد خاں صاحب۔ مولوی محمد شعیب صاحب عمر دراز خاں صاحب۔ علیم خاں صاحب۔ منشی اشفاق علی صاحب۔ خادم علی خان صاحب۔ فیاض علی صاحب۔ عبدالحی صاحب۔ ڈاکٹر عبدالقادر صاحب۔ ان کے سوائے دو اور نوجوان تھے۔ جو نہ صرف استقبالیہ کمیٹی میں شامل تھے بلکہ رات دن ہمارے ساتھ رہے اور ہماری مشایعت کے واسطے بھی وہی مامور تھے۔ اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:- خان صاحب محمد عنایت اللہ خان و منشی احمد حسین صاحب۔ اللہ تعالےٰ ان سب صاحبان کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے ایسی گرمی کے وقت میں ہمارے لئے اسٹیشن پر آنے کی تکلیف اُٹھائی۔ دن بھر ہم نے خانصاحب غلام صفدر خاں کے مکان پر آرام کیا۔ شام کو روضۂ تاج محل دیکھا اور بعد نماز مغرب کالی مسجد میں لیکچر شروع ہوئے لیکچر گاہ بہت وسیع تھا۔ مختلف اوقات میں تین ہزار تک آدمی جمع ہو جاتے تھے۔ شامیانے لگائے ہوئے تھے اور دریوں کے فرش بچھائے ہوئے تھے۔

ہمارے لیکچر لیکچروں میں سے سب سے پہلا لکچر جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا تھا جو نہ صرف سب سے پہلا تھا بلکہ میری رائے میں سب سے اعلیٰ بھی تھا۔ شاہ صاحب نے نہایت محنت کے ساتھ اپنے مضمون کو طیار کیا ہوا تھا اور دیانتدی مت پر ایک ایسا کاری حربہ ہے کہ اگر بعض دیانندیوں کے ڈھیٹ پنے پر مجھے یقین نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ اس لکچر کے بعد مسافر آگرہ ضرور آگرہ سے مسافرت اختیار کر لیگا۔ چونکہ میں نے ارادہ کیا ہے اور شاہ صاحب نے منظور کیا ہے۔ کہ یہ لکچر انشاء اللہ بتمام و کمال ہدیہ ناظرین بدر کیا جاوے اسواسطے میں اِس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت

نہیں سمجھتا۔ اِس کے بعد دوسرا لکچر جناب ڈاکٹر **مرزا یعقوب بیگ** صاحب کا تھا۔ جس کا مضمون تھا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشگوئیاں اور معجزات مرزا صاحب نے اوحی الی النحل کی آیت سے قرآن شریف کی مضبوطی اور شفا بخشی کی تمہید باندھتے ہوئے جب پیش گوئیوں کی فہرست ترتیب وار شروع کی تو سامعین کے سامنے صداقتِ قرآنی کی تین دلائل نے ایک سے ایک بڑھ کر وہ سماں باندھ دیا کہ کبھی اہل آگرہ نے عمر بھر ایسا نہ دیکھا ہو گا۔ فرمایا۔ ذھق الباطل کی پیشگوئی نے بُت پرستی کو ایسا مٹایا کہ آج تیرہ سو سال سے مُلکِ عرب کو روئے زمین کے واسطے ایک معجزہ بنا دیا۔ موسیٰ کے دشمنوں کی مانند مخالفینِ خاتم النبیین کا جو حال ہونیوالا تھا۔ اُس کی پیشگوئی کیسے کھُلے الفاظ میں تھی۔ کن مصائب کے ایام میں آنحضرت ؐ کو کہا گیا تھا کہ کوئی تجھے قتل نہ کر سکے گا۔ پس کوئی نہ کر سکا۔ حالانکہ کرنے والوں نے حضرت عمر رضؓ جیسے بادشاہ کو اسلامی ہیبت کے زمانہ میں شہید کر ہی دیا۔ مرزا صاحب کا لیکچر رات کو ختم نہ ہو سکا۔ اِس واسطے صبح پھر آپ کی تقریر ہوئی۔ جس میں آپ نے قرآن شریف کے معجزات بیان کئے۔ اور بالخصوص حفاظت قرآنی کا معجزہ بالمقابل دیگر کتب مُقدسہ کے حوالہ سے اِس خُوبی کے ساتھ بیان کیا کہ حاضرین کے قوت ایمانی کے ازدیاد کا موجب ہوُا اِس کے بعد مرزا صاحب نے سامعین کو نصیحت کی۔ کہ وہ خود قرآن شریف کا ترجمہ پڑہیں اور اُسپر عمل کریں۔ تقوےٰ اختیار کریں۔ خدا خود اُنھیں قرآن شریف سکھلا دیگا۔ ان دونوں لیکچروں کے بعد ڈاکٹر صاحبان یوم سبت کی شام کو ڈاک گاڑی میں واپس تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس سے زیادہ اُن کو رخصت وفرصت نہ تھی یہ بھی انہی کا کام ہے۔ کہ اپنی ملازمت اور دنیوی مشاغل کے ہاتھوں فرصت چھین کر دینی خدمات میں محو ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں جزائے خیر دے۔ اور دینی دنیوی حسنات سے مالا مال کرے۔ ہفتہ کو بعد نماز مغرب میرا لکچر بر مضمون **کفارہ** تھا۔ جس میں میں نے عیسائیت کی تردید میں عام فہم باتیں پیش کیں۔ اور بائبل میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام دکھلایا لیکن میرے اِتنے بیان سے سامعین کو سیری نہ ہوئی اور اتوار کی صبح کو تیسرا لکچر ہوُا۔ جس میں ہیئے مسلمانوں کو باہمی اتفاق کرنے اور مخالفین کے بالمقابل یکجائی کوشش کے ساتھ

98

سینہ سپر ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ اور کفّارہ کی تردید میں مزید دلائل پیش کئے۔ اس کے بعد بابو خواجہ صاحب کا مضمون مولوی صدرالدین صاحب نے پڑھ کر سُنایا جس سے سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اسی شام کو مولوی صدرالدین صاحب کا مضمون وحی والہام پر تھا جس کے واسطے وقت مقرّر تو ایک ہی گھنٹہ تھا۔ مگر اس مضمون کی خوبی نے سامعین کا دل ایسا اپنی طرف کھینچا کہ جب ایک مولوی صاحب کے اسرار پر سکرٹری صاحب نے مولوی صدرالدین صاحب کو اُن کے وقت کے ختم ہونے کی طرف متوجہ کیا۔ تو سامعین نے پُکارا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ مولوی صدرالدین صاحب اپنے لیکچر کو ختم کریں اور ایک صاحب نے کھڑے ہو کر سامعین کی طرف سے بزورَ یہ بات پیش کی کہ لوگ اسی مضمون کو سُننا چاہتے ہیں۔ غرض مولوی صاحب موصوف کا بیان تین گھنٹہ تک جاری رہا مولوی صاحب موصوف نے وحی والہام کی ضرورت۔ اور قرآن شریف کی الہامی کتاب ہونے اور اُمّت مرحومہ میں سلسلہ الہام کے جاری رہنے۔ اور اب تک اولیاء اللہ کے پیدا ہوتے رہنے پر نہایت پُرزور تقریر کی۔ جس کا سامعین پر بہت ہی نیک اثر ہوُا اور یہ ہمارے دوستوں کی تقریروں میں سے آخری اور جامع اور نہایت ہی مقبول اور مؤثر تقریر تھی۔

دوسرے لیکچر مولوی صاحبان کا تو وہاں قحط ہی تھا اور ناظمین جلسہ نے جو قرب وجوار سے واعظین بُلوانے کی کوشش کی تھی۔ اس میں ان کو بہت مایوسی ہو رہی تھی۔ کیونکہ بعض جگہ سے تو صاف انکار آیا اور بعض مولوی صاحبان نے حد ہی کر دی کہ سفر خرچ کا منی آرڈر تو وصول کر لیا مگر خود نہ آئے اور نہ اپنے نہ آ سکنے کی معذرت کا کوئی خط لکھا۔ ایک صُوفی نما مولوی صاحب کو دہلی تک کا سفر خرچ دیا گیا تھا کہ وہاں سے ایک مولوی صاحب کو لے آویں مگر ناظمین شاکی تھے کہ صوفی صاحب نے سفر خرچ کو حضر خرچ بنایا اور اخیر جلسہ تک آگرہ میں بلکہ پنڈال میں ہی دندناتے رہے۔ اس صورت میں قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اور لیکچر کتنے اور کس طرز کے ہوئے ہوں گے۔ اور ہم دوسرے وقتوں میں پُورے طور پر شامل بھی نہیں ہو سکے تاہم جن واعظین کی تقریریں کو ہم سُن سکے۔ اُن میں سے سب سے زیادہ قابلِ ذکر جناب مولوی عبدالغنی صاحب ہیں۔ مولوی صاحب کسی مدرسہ میں ملازم ہیں اور تجارت بھی کرتے ہیں۔ آپکے دو بیٹے دو کانوں کا انتظام کرتے ہیں پس آپ دنیوی حیثیّت سے ایک مالدار آدمی ہیں۔ لیکن نہایت ہی سادہ مزاج۔ سادہ لباس۔ علوم عربیّہ سے خوب واقف۔ قرآن شریف کی آیات اور احادیث آپ کو خوب یاد ہیں۔ نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ آپ وعظ فرماتے ہیں اور اپنے وعظ میں ان معائب اور معاصی کو جو ان کے وطن کے امراء اور عوام میں پائی جاتی ہیں باوضاحت دلیری کے ساتھ ذکر کرتے اور لوگوں کو نیکی کے اختیار کرنے کی طرف متوجّہ کرتے ہیں اُنھوں نے تقوے کی طرف نہایت زور سے لوگوں کو بُلایا۔ اور ان کے دو وعظ ہوئے۔ ایک مختصر وعظ مولوی رمضان صاحب کا بھی ہمنے سُنا جو خاص آگرہ کے مولوی صاحب ہیں۔ ایک صاحب مولوی عبدالواجد نام باہر سے تشریف لائے تھے۔ جنھوں نے سنسکرت کے شلوک پڑھنے اور بھجن بنانے اور گانے اور اس طرز میں آریوں کا ردّ کرنے میں خاص مشق حاصل کی ہوئی ہے اُن کے بھجن سامعین کو بہت خوش کرنے والے ہوئے۔

نظمیں چند شاعرانِ فصیح اللّسان نے اپنی نظموں سے سامعین کو خوش وقت کیا۔ جن میں سے ایک نظم بعنوان **فغان** جو کہ ہمیں صاحب فغان جناب اخضر کی مہربانی سے دستیاب ہوئی۔ درج ذیل کرتے ہیں:۔

اب جہاں دُکھ درد کہنے کے لئے جاتے ہیں ہم
دل کے ٹکڑوں کو زبان پر رکھ کے دکھلاتے ہیں ہم

المدد اے حاضر وغائب ہمارے .. .. المدد
بیکسی پر اپنی آزردہ ہوئے جاتے ہیں ہم

ناز پروردہ ہیں یارب ہم ترے محبُوب کے
اور دلِ خون گشتہ اپنا تجھ کو دکھلاتے ہیں ہم

تیرے ہو کر یہ ہمارا حال اے فخرِ اُمم
بات ایسی ہے جسے کہتے بھی شرماتے ہیں ہم

اِک زمانہ تھا تسلّی غیر کو دیتے تھے ہم
اِک زمانہ ہے کہ اپنے دم سے گھبراتے ہیں ہم

بوجھ غیروں کا اُٹھا لیتے تھے ہم سر پر کبھی
اب تو اپنا بوجھ بھی غیروں سے اُٹھواتے ہیں ہم

تہلکہ تھا کل ہماری تیغِ عالمگیر .. کا
آج اپنی قوم ہی کو ہاتھ دکھلاتے ہیں ہم

دینے والے تھے ہمیں پہلے خدا کی راہ میں
اب خدا کی راہ میں ملجائے تو کھاتے ہیں ہم

اِک زمانہ تھا کہ ہم دُنیا کو دیتے تھے سبق
مُبتدی اب تو ہر اک مکتب میں کہلاتے ہیں ہم

کل ہمارا ذکرِ حُسن شاہدِ مقصود تھا
آج اپنا حال بھی کہنے سے شرماتے ہیں ہم

پڑھتے ہیں دن رات بیٹھے قصۂ اصحاب فیل
اور مورِ ناتواں سے بھی دبے جاتے ہیں ہم

ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ اُٹھ سکتے نہیں
زورِ بازوئے یدُ اللہ کی قسم کھاتے ہیں ہم

اب نہ وُہ اخلاق باقی ہیں نہ وہ ایثارِ نفس
اور شیدائے رسُول اللہ کہلاتے ہیں ہم

دوسروں کی کیا سُنیں اپنا ہی وہ قصّہ ہے اب
ہوش میں کہتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں ہم

فکرِ لاحاصل ہماری خواب سے بڑھ کر نہیں
نیند آنکھوں میں ہے اور بیدار کہلاتے ہیں ہم

رہنمائے غیر تھے نقشِ قدم اپنے کبھی
رہنمائی کس کی اب خود ہی مٹے جاتے ہیں ہم

اور بڑھ کچھ اور بڑھ للّٰلہ اے بانگِ جرس
کیا غضب ہے کاروان سے کٹ کٹ جاتے ہیں ہم

رحم کر اے ابرِ رحمت دیکھ تو کیا حال ہے
آنسوؤں سے داغِ دل دہوتے ہیں دہلواتے ہیں ہم

ہم بھی کیا خوابِ پریشاں ہیں کسی مخمور کے
ذہن میں سو بار آ آ کر اُڑے جاتے ہیں ہم

یا الٰہ العالمین یا رحمتہ للعالمین
سب سے خالی اب تو اپنی جھولیاں پاتے ہیں ہم

لیکن اس پر بھی ہماری تو قناعت دیکھ لے
فاقے کرتے ہیں تری نعمت پہ اِتراتے ہیں ہم

کیا نہیں اب بھی ہماری بھوک کا تجھ کو خیال
ایک در کے مانگنے والے تو کہلاتے ہیں ہم

تو نے جو احسان کئے ہیں ہمپہ وہ بھی یاد ہیں
تو جو پہلے تھا وہی اب بھی تجھے پاتے ہیں ہم

کیوں نہیں جھکتا ہے ہمپر اب ترا دستِ کرم
دن بدن کیوں تیری نظروں سے گرے جاتے ہیں ہم

تیری رحمت کی تو یارب اور ہی کچھ شان ہے
جس کے بُوتہ پر اپاہج ہو کر اِتراتے ہیں ہم

ہم نے مانا سب ہمارے حوصلے جاتے رہے
ہم نے مانا اپنی غفلت کی سزا پاتے ہیں ہم
ہم کو اپنے پاؤں کی لغزش سے کب انکار ہے
پستی ہمت سے اپنے خود ہی شرماتے ہیں ہم
رحم کر مالک ہے تو مختار کہلاتا ہے تو
پھر بھی ہم بندے ہیں اور مجبور کہلاتے ہیں ہم
تجھ سے کچھ کہنے کے لائق تو ہمارا منہ نہیں
یارب اتنا عرض کر کے چپ ہوئے جاتے ہیں ہم
اب جو باقی ہو مسلمانوں کی ہستی دیکھ لے
صاحب معراج کی پیاروں کی پستی دیکھئے"

خادم علی خان اخفر ابن کٹرہ اگرہ

شہر آگرہ

علی گڈھ کے سفر میں بھی میں اور مولوی صدر الدین صاحب آگرہ گئے تھے اور روضۂ تاج محل دیکھا تھا - اور تاج کے کچھ حالات بھی اس وقت درج اخبار کئے تھے - اسواسطے اب اس کے متعلق کچھ لکھنا ضروری نہیں معلوم ہوتا - سوائے اس کے کہ آگرہ جانے سے قبل ہمارے مکرم دوست مولوی مرزا کبیر الدین صاحب کا جو خط آیا تھا اس میں سے چند الفاظ یہاں درج کر دوں - وہ لکھتے ہیں :-

"معلوم ہوا کہ آپ بحکم حضرت قبلہ خلیفۃ المسیح دار السلطنۃ اکبرآباد مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۲ء کو تشریف لے جانیوالے ہیں بڑی خوشی میں ہوں کہ آپ تاج گنج رونق افروز ہوکر مقابرہ ممتاز محل اور شاہ جہان ملاحظہ فرماوینگے اور تماشا قدرت دیکھیں گے - حضرت عزیر علیہ السلام نے ایسی بستی نہ دیکھی ہوگی - جس کے سب دروازوں پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے - اور گولڈ گنگ اسٹون - اور عقیق و لاجورد و پیتونیا و غوری و بادل و کہربا و ابری و تامراء کہ سب سنگ ہیں اور شاہ جہان کی قبر سے جہاں ہیں - کنارے دریائے جمن کے متصل کبیر کا بھی جھونپڑا ہے - مگر اس میں آجکل سرکاری ہسپتال عورتوں کا ہے کٹرہ پھولیل میں واقع ہے ایک مدت ہوئی کہ میں نے موڑ کے بھی اپنے وطن کو نہیں دیکھا میں تو اپنا وطن قادیان کو جانتا ہوں اور بقول صادق اس آرزو میں کبیر کی جان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدموں کی خاک میں آخری نیند نصیب ہوجاوے دیکھئے یہ تمنا کب تک پوری ہو اور دُعا کرتا رہتا ہوں دابۃ الارض پر اور زمین پر کہ الٰہی مفتی محمد صادق صاحب کو قیامت تک زندہ رکھ اور انکی اولاد پھولے اور پھلے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں خلیفہ نور الدین صاحب نظر آتے ہیں - اور محمد صادق کی شکل میں میاں محمود احمد صاحب و میاں خواجہ کمال الدین صاحب - اور سب کو ہم نفس واحد کی طرح یقین کرتے ہیں آپ آگرہ پہونچکر حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس دتاولی کہ یہ صاحب گھٹیا اعظم خاں متصل چھلی اینٹ شہر آگرہ میں رہتے ہیں - خلیفہ رشید الدین صاحب کے ملنے والے ہیں - عاجز کو بھی جانتے ہیں ضرور ملئے گا - میرا پتہ ان سے اسی قدر کہ کبیر الدین احمد گارڈ کہ جو آپ کو لکھنؤ اسٹیشن پر ملا تھا اور آپنے اس کو اور اس نے آپکو تحفہ بنارس بھیجا تھا -

آگرہ میں ڈپٹی امداد علی صاحب مرحوم کا کتب خانہ ہے اور یہ ایک لائق مذہبی انسان تھے - پنجہ پر مکان ہے ہو سکے تو کتب خانہ ملاحظہ فرمالیجئے گا - والسّلام"

برادر کبیر کے خط کی تعمیل میں حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی - کتب خانہ کو تلاش کیا گیا - مگر معلوم ہوا کہ وہ فروخت ہوکر حیدرآباد دکن چلا گیا ہے روضہ تاج محل کے علاوہ آگرہ میں قابل دید وہاں کا قلعہ ہے - جسے اور اس موجودہ شہر کو حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ علیہ الرحمۃ نے ۱۵۵۸ء میں بنایا تھا اور اسی واسطے اس شہر کا اصلی نام اکبرآباد ہے - آگرہ دراصل ایک اور بستی کا نام ہے - جو دریا کے اُس پار ابتک موجود ہے اور کرشن مہاراج کے زمانہ میں بھی تھی - لیکن اب اس سارے شہر کو آگرہ ہی کہتے ہیں - یہ قلعہ اکبر نے بنایا اور جہانگیر اور شاہجہان نے اس پر شاندار عمارتیں بڑھائیں سب سے زیادہ دلچسپ قلعہ کی شاندار موتی مسجد ہے جو نہ صرف اسلامی شان و شوکت کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اُس محبت اور اخلاص کا بھی پتہ بتلاتی ہے - جو کہ مسلمان بادشاہوں کو اپنے دین قوم کے ساتھ تھا - دیوان عام کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی خوشنما مسجد بنی ہوئی ہے - جو نگینہ مسجد کہلاتی ہے - بیگمات کے واسطے الگ ایک مسجد ہے - روضہ تاج محل کے پاس بھی مسجد اور مدرسہ موجود ہے اور تمام عمارت پر چاروں طرف اور دروازہ پر قرآن شریف کی سورتوں کی سورتیں لکھی ہوئی ہیں - شہر آگرہ میں اب بھی تین سو کے قریب مساجد ہیں مگر اکثر غیر آباد ہیں - تعجب اور حیرت کہ یہ بات سُنی گئی - کہ ایک مسجد ایسی غیر آباد تہی - کہ اس میں سؤرنی نے بچے دیئے اُمراء دین سے اور دینی کاموں سے بالکل بے پرواہ اور غافل ہیں - غربا بھی دینی اُمور سے بہت کم واقف ہیں -

عیسائیت

آگرہ میں عیسائیت حضرت اکبر بادشاہ کے زمانے سے ہے - سُنا گیا ہے - کہ اکبر کی ایک بی بی عیسائی تھی - جیسا کہ آپ کی بعض بی بی ہندو راجاؤں میں سے تھیں - حضرت اکبر نے غیر مذاہب اہل کتاب کی لڑکیاں اسلامی شریعت کے مطابق بیاہ کر کے اس سے بہت سے دینی اور دنیوی فوائد مدنظر رکھے تھے غرض اسی زمانہ میں عیسائیوں کے رومن کیتھلک فرقہ کے بڑے بڑے گرجے اور کوٹھیاں اب تک موجود ہیں اور ان کے علاوہ پراٹسٹنٹ عیسائیوں نے انگریزی راج کے زمانے میں وہاں کئی ایک کالج اور اسکول اور مشن قائم کئے ہیں - ایک دن دوپہر کے وقت جبکہ میرے رفیق ایک بوٹ فیکٹری کا ملاحظہ کرنے کے واسطے تشریف لے گئے تھے میں ایک مشن کمپونڈ کے ملاحظہ کے واسطے چلا گیا جہاں رومن کیتھلک گرجہ کے دو پادری صاحب فادر جیمز اور فادر نارمن سے چند باتیں ہوئیں جن کو خلاصۃً درج ذیل کیا جاتا ہے :-

صادق - کیا پراٹسٹنٹ آپ لوگوں کے نزدیک عیسائی ہیں؟

پادری - وہ عیسائی کہلاتے ہیں مگر اصلی عیسائی نہیں ہیں:

صادق - کیا انکو نجات حاصل ہوگی -

پادری - جب کہ وہ خداوند کی کلیسیا سے جان بوجھ کر علیحدہ ہیں تو ان کو کیونکر نجات ہو سکتی ہے -

(نوٹ - ناظرین کی اطلاع کے واسطے اسجگہ اس بات کا لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا اصلی اور پورانا فرقہ جس کی بنا یسوع کے سب سے بڑے حواری پطرس نے شہر روما میں رکھی تھی وہ رومن کیتھلک فرقہ کہلاتا ہے اسی فرقہ کے مقدسین سے بگڑ کر اور بغاوت کر کے عیسائیوں میں ایک نیا فرقہ بنا تھا جس کی آگے بہت سی شاخیں ہیں اور اس کا نام پراٹسٹنٹ فرقہ ہے - پراٹسٹنٹ کے معنے ہیں **معترض** - لودیانہ کا نور افشاں - بٹالہ کا بیرنگ اسکول لاہور کے پادری ہاول صاحب - راولپنڈی کے مسٹر جمیل یہ سب فرقہ معترضین کے ممبر ہیں - مسٹر جمیل کا ذکر بالخصوص اسواسطے یہاں آگیا ہے - کہ وہ خیمہ کلاس پر مولوی کرم داد صاحب

کرم داد صاحب کے ساتھ گفتگو مذہبی نہ کر سکنے کی کمزوری پروں
پردہ ڈالتے تھے کیونکہ بعض جاہل اور نام کے مسلمان
احمدیوں کو مسلمان نہیں جانتے اسواسطے ہم تمہارے ساتھ
گفتگو نہیں کرتے۔ اس کا معقول اور مدلل جواب ہمارے
دوست شیخ رحیم بخش صاحب نے اسی وقت دے دیا تھا جو سفر
دوالمیال میں ذکر کیا جائے گا۔ لیکن اسجگہ اتنا کہنا کافی ہے
کہ مسٹر جمیل اور اون کے پادری اور وہ امریکن اصحاب جن کی خیرات
کے روپیہ میں سے مسٹر جمیل کا نان و نفقہ مہیا کیا جاتا ہے۔ ان
سب پر یسوعیین کا ایک جم غفیر کفر کا فتوے لگا کر انہیں دین
عیسویت سے خارج کرچکا ہے۔ ایڈیٹر)

صادق۔ آپ میں اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں میں بڑے بڑے
فرق کون سے ہیں۔

پادری۔ پہلا فرق تو ہماری بائبل اور ان کی بائبل کے درمیان
ہے ہماری بائبل میں کتابیں کی کتابیں ایسی ہیں جن کو پراٹسٹنٹ
لوگوں نے بے اعتبار قرار دے کر اپنی کتاب میں سے نکال
دیا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ہم سب ایک سلسلہ میں منسلک ہیں اور ہم
سب کا اعلےٰ مذہبی حاکم پاپائے اعظم ہے وہ لوگ اپنا اپنا ہونکہ
لئے پھرتے ہیں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ وہ صرف کفارے کو ضروری سمجھتے ہیں
ہم کہتے ہیں کہ اعمال بھی ضروری ہیں۔

صادق۔ آپ کے ایک اتحاد والی بات بہت عمدہ ہے
اور بائبل میں جو فرق ہے یہ قابل افسوس ہے لیکن کفارے
اور اعمال کے متعلق جو آپ نے فرمایا ہے اس معاملہ میں پراٹسٹنٹ
شاید معذور ہوں کیونکہ جب کفارے سے نجات ہو گئی۔ تو
پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا ہے۔

پادری۔ اعمال کی ضرورت ہے۔ یعقوب رسول نے ایسا ہی ظاہر کیا
ہے کہ اعمال کے سوائے نجات نہیں اور کفارے کی ضرورت
یہ ہے کہ آدم اور حوا کا ابتدائی گناہ جو انسان کی نسل میں چلا
آتا ہے اس سے ہم کو نجات حاصل ہو۔

صادق۔ اگر کفارہ اس گناہ سے نجات دلاتا ہے۔ تو اس
گناہ کی جو سزا لکھی ہے کہ مرد پیشانی کے پسینہ سے روٹی
کھائے گا اور عورت درد سے بچہ جنے گی۔ یہ سزا ان لوگوں
سے کیوں دور نہیں ہوتی۔ جو کفارے پر ایمان لاتے ہیں۔
آپ کی پیشانی پر بھی پسینہ آیا ہوا ہے۔

پادری۔ اوہ! یہ سزا تو نہیں مل سکتی یہ تو ہمیشہ قائم رہے گی

صادق۔ پھر کفارے کا ثبوت کیا ہوا؟

پادری۔ ثبوت یہ ہے کہ خداوند کا کلام کہتا ہے۔

صادق۔ پھر یہ سوال ہوگا کہ خداوند کا کلام ہونے کا کیا ثبوت
ہے اور بھی کتب دنیا میں ہیں۔ جو کلام الٰہی کہلاتی ہیں۔

پادری۔ ثبوت یہ ہے کہ بائبل میں پاکیزگی ہے جو ان میں نہیں

صادق۔ مثلاً میں نے قرآن شریف پڑھا ہے وہ بہت پاکیزہ
کتاب ہے۔

پادری۔ قرآن میں ایک سے زیادہ شادی جائز لکھی ہے
اسواسطے وہ پاک نہیں ہو سکتی۔

صادق۔ بائبل میں اس کا عملی ثبوت موجود ہے کہ خدا کے
نبیوں نے اور پیاروں نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں
حضرت ابراہیم۔ حضرت داؤد وغیرہ۔ بائبل نے ان نبیوں
کی بڑی تعریف کی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ شادی کرنا پاکیزگی
کے خلاف ہوتا تو وہ کیوں کرتے۔

پادری۔ ہاں اُن نبیوں نے کی مگر مسیح نے نہیں کی۔

صادق۔ مسیح نے تو ایک بھی نہ کی مگر اُن نبیوں کی تعریف
اور ذکر بھی اسی بائبل میں موجود ہے اور اگر پاکیزگی کا معیار
یہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے تو پھر ساری بائبل میں ان
نبیوں کا ذکر اور انکی مثال موجود ہے ایک شخص کا معاملہ
بطور شاذ کے ہے ایسا ہی کسی ایک شادی نہ کرنے والے کا
ذکر قرآن شریف سے بھی نکل سکتا ہے۔ مگر یہاں سوال کسی
خاص شخص کے متعلق نہیں بلکہ ساری کتاب کے متعلق ہے۔

پادری۔ فادر لوگ سو رہے ہیں میں ڈرتا ہوں کوئی جاگ
نہ پڑے اس واسطے میں زیادہ گفتگو نہیں کر سکتا۔

شکریہ

سفر آگرہ کے حالات ختم ہوئے اور ضروری ہے کہ
اب میں ان صاحبان کا شکریہ ادا کروں جن کی مہربانی
سے ہمیں اس سفر کے ثواب کا موقعہ ملا ہے اور ان کے ذریعہ
سے ہمیں آگرہ میں ہر طرح کا آرام ہو پہنچا۔ استقبالیہ کمیٹی کا میں
پہلے شکریہ ادا کرچکا ہوں۔ انجمن کے معزز سکرٹری علی احمد خاں
صاحب اور ان کے عزیز غلام صفدر خاں صاحب جنہوں نے
یہ سارا انتظام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ عنایت اللہ خاں صاحب
اور احمد حسین صاحب جو رات دن ہماری خدمت میں مصروف
رہے اور نہایت جوش کے ساتھ اپنے دینی کام میں مشغول
رہے۔ اور جن کے دلوں میں اسلامی خدمت کے لئے ایک
خاص جوش ہے۔ بہت شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہمارے کرم
دوست میرے ہمعصر جناب واحد یار خاں صاحب اڈیٹر رسالہ العزیز
ایک علم دوست فہیم آدمی ہیں انہی کے مکان پر ہم پناہ گزین تھے
محمد عنایت اللہ خاں صاحب کے چچا بزرگوار جن کا نام مجھے
یاد نہیں رہا۔ انھوں نے اپنے ہاں ایک شادی کی تقریب پر
ایک بڑی عمدہ مثال قائم کرنی چاہی تھی کہ تمام رسوم کو توڑ کر
ایک ہزار روپیہ دینی خدمات کے واسطے انجمن اسلامیہ میں
دیدیا جاوے مگر عمائد آگرہ پر افسوس ہے کہ انھوں نے خانصاحب
موصوف کے ساتھ اس کام میں امداد نہ کی اور اگر دوسرے لوگ
صرف اقرار ہی کر دیتے کہ وہ بھی آیندہ ایسا ہی کرینگے تو خانصاحب
نیک نمونہ قائم کر دکھاتے تاہم انھوں نے پچاس روپے
انجمن کے حوالہ کیا۔ جزاہ اللہ الخیر۔ مولوی محمد شعیب صاحب
جنھوں نے قلعہ کی سیر کرائی یہ سب صاحبان شکریہ کے مستحق
ہیں بلکہ آگرہ کی وہ پبلک بھی جنھوں نے ہمارے لیکچروں
اور جلسوں کو رونق دی اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے

آگرہ میں احمدیت

سفر آگرہ کی رپورٹ بلحاظ ان لیکچروں
کے جن کے واسطے ہم بلائے گئے
تھے۔ ختم ہو گئی ہے اور یہ پرچہ بدر اسی رپورٹ کے سبب
آگرہ میں بہت دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور پڑھا جائے گا اور
میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین اخبار در آگرہ میری اس آخری سطر
سے متعجب نہ ہوں گے کیونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ میں احمدی
ہوں اور میرے رفقاء جو آگرہ میں گئے سب احمدی تھے
یہ اخبار احمدی ہے اور اس کے خریدار قریباً سب احمدی ہیں
یہ احمدیت ہی کی برکت ہے جس نے ہمارے لیکچروں کو سامعین
کے سامنے ایسا مقبول اور موثر بنایا ہیں یہ قدرتی بات ہے کہ
ہم اس نعمت کو چھپا نہیں سکتے اور اس کے آثار ہمارے اقوال
افعال حرکات میں ہر جگہ نمایاں رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب کا وہ
مقبول عام لیکچر جو سال گذشتہ میں ہوا گو اس میں احمدیت کا کوئی
ذکر مطلقاً نہ ہوا تھا تاہم خواجہ صاحب کی شکل کا سامنے کھڑا ہونا
ناظرین کے خیالات کو اگر احمدیت کے ایک نمونے پر غور کرنے
کی طرف کشاں کشاں لے گیا ہو تو یہ ایک قدرتی بات ہے جس کو
نہ خواجہ صاحب روک سکتے ہیں اور نہ سامعین میں سے کوئی
شریف آدمی ایسا بدفطرت ہو سکتا ہے کہ لیکچرار کی شخصیت پر
حاسدانہ اور مفسدانہ منہ مارے۔ غرض خواجہ صاحب کے لیکچر کی
قبولیت کے ساتھ آگرہ کے فہیم لوگوں کے دلوں میں احمدی علماء
کی ایک عزت و وقعت پیدا ہوئی۔ جو اس سال ہم لوگوں کو بلانے
کی محرک تھی اور اگر سکرٹری صاحب کو اور جگہ سے علماء مل جاتے
تو شاید ہم سب کے جانے کی ضرورت بھی نہ ہوتی لیکن جب
انھیں سب طرف سے مایوسی ہوئی اور بعض مولوی صاحبان نے خرچ
لے کر بھی نہ آئے اور خواجہ صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ خود بمعہ رفقاء
تشریف لے جائیں گے۔ اور خرچ بھی اپنا آپ کریں گے۔ انجمن آگرہ
پر بوجھ نہ ہوگا اور اس وعدہ کو انھوں نے بخوبی پورا کیا۔ تو وہاں
ہمارے سات لیکچر ہوئے اور اس پہلی قبولیت کا یہ اثر تھا
کہ سامعین نے نہایت شوق کے ساتھ ہمارے لیکچروں کو سنا
اور ہمارے لیکچر عام اسلامی مضامین پر تھے لیکن بے تکلف طور
پر اگر مضامین کے اندر کہیں حضرت مرزا صاحب کا نام یا کچھ
ذکر ہوا اور اتفاقاً ایسا ہر ایک لیکچر میں ہوتا رہا تو سامعین نے
اس پر کسی کورانہ تعصب کا اظہار نہ کیا اور خوشی سے ان سب
مفید اور معقول باتوں کو سنا بلکہ بعض احباب نے درخواست کی
کہ وہ ہمارے سلسلہ کے مفصل حالات سننا چاہتے ہیں۔ جو کہ
ایک خاص جلسہ میں جو ہمارے قیام گاہ پر ہوا۔ قریباً چار گھنٹہ
تک سنائے گئے اور لوگوں کے اعتراضات کے جواب دئے گئے
جس سے بہتوں کے دلوں میں جو غلط فہمیاں اس سلسلہ کے
متعلق تھیں دور ہو گئیں اور ایک نیک اثر پھیلا اور ہمیں اس
امر کی خوشی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی یہ خواہش کہ آگرہ جیسے ویران
(بلحاظ روحانیت) جگہ میں بھی وعظ ہونے چاہئیں اس رنگ میں
بالآخر پوری ہوئی۔ آگرہ میں خاص وہاں کا رہنے والا تاحال کوئی
احمدی نہیں مگر باہر کے تین آدمی وہاں احمدی ہیں۔ دو میڈیکل اسکول
کے طالب علم ہیں ایک میاں فتح دین صاحب دوسرے مسٹر
فیاض الدین صاحب بھاگلپوری۔ تیسرے ڈاکٹر صاحب جو چھاؤنی
میں رہتے ہیں چوتھے صاحب ایک نئے احمدی ہوئے مگر وہ بھی
آگرہ کے نہیں ہیں جن دن میں پادری صاحب کو ملنے گیا تھا اس
دن پادری صاحبان سے فارغ ہو کر میں کسی ضرورت کے سبب ایک
سرائے میں گیا وہاں ایک حاجی صاحب فیض آباد کے رہنے
والے کوئی دس پندرہ منٹ ان کے ساتھ سلسلہ کی گفتگو ہوئی نتیجہ
ہوا کہ میں ان کی درخواست حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لایا ہوں
کہ انھیں حضور کے خدام میں داخل کیا جاوے ان کا اسم گرامی
حاجی سردار علی صاحب ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ ۷/۵۰

اصلی ممیرا اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب مدظلہ کا بتایا ہوا ہے آپنے اس سرمہ کے متعلق فرمایا کہ برائے امراض چشم بسیار مفید است یہ سرمہ دھند - جالا پھولا - پڑوال - نزول آب بند - سرخی اور ابتدائی موتیا کیلئے مفید ہے - قیمت سرمہ اول فی تولہ ۶ ؏ - قسم دوم عہ - قسم سوم ۲ - اصلی ممیرہ جسکی قیمت اصلی عہ روپیہ فی تولہ ہے فی الحال دو ماہ کے لئے رعایتی قیمت سے فی تولہ کر دی ہے - بعض ضروریات نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے

ترکیب استعمال :- ممیرا پتھر پر رگڑ کر یا سرمہ کی طرح باریک پیسکر آنکھوں میں ڈالا جاوے -

یہ سرمہ خاصکر گرمی کے موسم میں جنکی آنکھیں دکھتی ہوں تو ان کے لئے بہت مفید و مجرب ہے + (احمد نور)

ست سلاجیت

محیط اعظم سے نقل کیا گیا جسکی عبارت یہ ہے

مقوی جمیع اعضاء - نافع صرع - مشتہی طعام - قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر و جذام و استسقاء و زردی رنگ و تنگی نفس و دق شیخوخیت و فساد و بلغم و قاتل کرم شکم - مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و یبوست و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے - بقدر دانہ نخود صبح کے وقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں - قیمت دو تولہ عمہ ر

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ اور سفید ریشمی اور سوتی - طرّی صلّے سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں ہر قیمت کی مل سکتی ہیں + المشتہر احمد نور - کابلی مہاجر (سوداگر قادیان ضلع گورداسپور)

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصلی عرق کافور ہے یہ دوا چھبیس برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست - پیٹ کا درد اور متلی کے لئے اکسیر کا اثر رکھتا ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو - قیمت فی شیشی ۴ر محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ر

عرق پودینہ

یہ ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق طیار کیا گیا ہے اس کا رنگ بھی پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازہ پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریاح کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ کا پھولنا ڈکار آنا پیٹ کا درد - بدہضمی - متلی - اشتہا کا کم ہونا ریاح کی سب علامتیں دور ہو جاتی ہیں - قیمت ۸ر محصول ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن تارا چند دت نمبر ۵ و ۶- اسٹریٹ کلکتہ

کتاب چشمہ زندگی پر اہل ملک کی متفقہ آواز ۲/۱۴

جناب خلیفۃ المسیح حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب تحریر فرماتے ہیں "جناب کی تصنیف چشمہ زندگی کو میں نے دلچسپی سے پڑھا ہے بکل کانگریس کے بعد یہی دوسری کتاب ہے جو مجھے اپنے مضمون میں پسند آئی ہے مہتہ سیتا رام دت - کویرنجن صدر بازار راولپنڈی کی محنت بہت ہی قابل قدر ہے مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ اگر ملک اس رسالہ کی قدر کرے منفصل دیکھو بدر ۹ مارچ سنہ ۱۲

خان بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشنر سردار خان - بابا خان صاحب پشاور "چشمہ زندگی واقعی چشمہ زندگی ہے پبلک کیواسطے ایک عجیب و غریب نعمت ہے جسکی قدر بہت ضروری ہے"

مشہور علامہ جناب پیر مولوی مہر علیشاہ صاحب گولڑہ سے رقم فرماتے ہیں - "آپکی کتاب چشمہ زندگی واقعی اسم بامسمی رفاہ خلق کیلئے یہ ہدایات نہایت ہی ضروری اور مفید تھے جنکی اشاعت کی توفیق حکیم مطلق نے آپکو عطا فرما کر نعم الرفیق و حبذ الشفیق کہلانے کا استحقاق بخشا - حمد بیحد اور ثنا بے حد اسی وحدہٗ لاشریک کے شایاں ہے جس نے منفعت عامہ کیلئے اپنی مخلوق میں سے ایک شخص کو ناصح خلق و خیر خواہ قرار دیا خوش نصیب ہوگا وہ جس نے حفظ ماتقدم یا تدارک مافات کا حصہ ان نایاب و قابل قدر ہدایات سے لیا" نوٹ - عدم گنجایش مانع طوالت ہے

ہندوستان کی ایک غیر معمولی طبی شخصیت

حاذق الملک بہادر حکیم اجمل خانصاحب رئیس اعظم دہلی "میں نے چشمہ زندگی کو جستہ جستہ دیکھا - میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب مفید ہوگی - لائق مولف نے اسکے جمع کرنے میں خاص طور پر محنت کی ہے" - آریہ سماج میں ایک خاص شخصیت رکھنے والے لالہ ہنسراج بی اے سابق پرنسپل دیانند کالج لاہور فرماتے ہیں "آپکی کتاب میں بہت سی مفید باتیں ہیں" +

آنریبل خان بہادر سیٹھ ماموں جی مجسٹریٹ راولپنڈی فرماتے ہیں کہ "اردو علم ادب میں کتاب چشمہ زندگی قابل قدر اضافہ ہے" +

نوٹ - یہ کتاب (۳۵۰) صفحہ کی مجلد باتصویر رنگین $\frac{18 \times 22}{8}$ سائز عمدہ لکھائی چھپوائی اور کاغذ کی ہے قیمت فی جلد ۱۲ محصول ۳ر - دو جلد پر محصول معاف

فہرست مضامین مختصراً

منی کی پیدائش جائے رہایش باتصویر رنگین مشرح - خطرناک آگ تیز زہر - زنانہ تناسلی اعضاء بالتصویر رنگین مشرح - منی اور بیج (حیض) کے متعلق دلچسپ جدید مغربی دریافت - ویدک و یونانی خیالات - شادی کے متعلق ویدک - مغربی اور اسلامی خیالات - حمل بالتشریح - مکمل ہدایات قابل دید - حاملہ زچہ بچہ کے متعلق مفصلاً عام جسمانی اعضائے باتصویر رنگین مختصراً - ذرائع صحت اسباب الامراض - ویدک اصول صحت - اصول علاج - اصول تشخیص - بیانی سے تمام امراض کا علاج باتصویر مشرح مدلل - خواص الاشیاء بمعہ مرکبات - امراض منی کا مکمل علاج بمعہ نسخہ جات - وغیرہ وغیرہ +

پتہ :- سیتا رام دت - وید کویرنجن

آدیہ اوشدھالیہ صدر بازار - راولپنڈی